مطالعات سیرت سے فقہی احکام کا استنباط (فقہ السیر ۃ)
(زاد المعاد کا خصوصی مطالعہ)

حافظ محمد نعیم*

ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس**

Zaad al ma'ad is a master piece and classic work on the sirah of Holy Prophet (P.B.U.H). In this book Ibne al-Qayyim Al jawziyyah (751 AH) deals with sirah in a unique way. He has derived from it juristic implications, instructions and lessons for practical life abundantly. His predecessor Imam Sohayli had also practiced this type of sirah-writing. Nevertheless, Ibn-e-Qayyim innovated in Fiqh-al-Sirah by expanding it at a large and well-arranged level. This expertise appears in its climax in Zaad al-Ma'ad. He was a great scholar of Tafseer, Hadith and Fiqh also. By applying Islamic sciences and mechanisms of shariah he has authenticated the sirah narrations firstly and then, infers out of them Islamic law and rulings. This style of sirah writing has become popular and useful in twentieth century. Later Islamic literature, especially sirah-writing has been very much influenced by Zaad al Ma'ad, as books are now being written bearing the title of fiqh-al-sirah. This article consists of a critical analysis of Zaad al-Ma'ad in respect with fiqh al-sirah.

اسلامی علوم وفنون میں سیرت نگاری ہمیشہ سے ایک مستقل صنف کے طور پر جاری رہی ہے اور جداگانہ حیثیت کی حامل ہے۔ اس کی بنیادی وجہ دین اسلام میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ کو حاصل حیثیت ومقام ومرتبہ ہے۔ چونکہ دین کا دارومدار اور منبع وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اقدس ہے اس لیے سیرت نگاری کی طرف ہر دور میں اعتناء کیا گیا اور سیرت کے مختلف پہلوؤں پر متنوع انداز میں قلم اٹھایا گیا جس سے سیرت نگاری کے مختلف اسالیب سامنے آئے۔ انہی اسالیب میں سے ایک اسلوب فقہ السیر ۃ(۱) کا بھی ہے جس میں واقعات سیرت سے فقہی احکام اور دروس وعبر وغیرہ کا استنباط کیا جاتا ہے۔ متقدمین ومتاخرین کی کتب سیرت میں یہ استنباط حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے تمام ادوار، (زندگی قبل از بعثت ورسالت مکی دور، زندگی بعد از نبوت ورسالت مکی دور

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

* ایسوسی پروفیسر/صدر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

اور بعد از نبوت و رسالت مدنی دور) سے کیا گیا ہے۔ ان تینوں ادوار میں سے مدنی دور سے سب سے زیادہ احکام اخذ کیے گئے ہیں اور پھر مدنی دور میں جن امور سے زیادہ احکام کا استنباط کیا گیا ہے ان میں معاہدات، معاملات، غزوات و سرایا، مکاتیب و خطوط اور وفود وغیرہ سرفہرست ہیں۔ اگرچہ متقدمین و متاخرین کی امہات کتب سیرت میں باقاعدہ ''فقہ السیر ۃ'' کی اصطلاح استعمال نہیں ہوئی (جیسا کہ بیسویں صدی میں اسے باقاعدہ اصطلاح کے طور پر استعمال کیا گیا) لیکن اس کے باوجود واقعات سیرت کے ضمن میں اخذ شدہ احکام کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ ان کتب میں موجود ہے جو عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشرت و معیشت اور سیاست و حکمرانی سمیت زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ میں مختلف حیثیتیں جمع تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جامع شخصیت کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام و تصرفات اور مختلف حیثیتوں کے تعین میں ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف ہے۔ اصولیین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف احکام و تصرفات کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے اور اطاعت و اتباع کے حوالے سے ان کی شرعی حیثیت متعین کی ہے۔ (۲) اس حوالے سے اگر فقہ السیر ۃ کے فن کو دیکھا جائے تو یہ بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں زمانی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھ کر واقعات سیرت بیان کیے جاتے ہیں اور پھر ان سے احکام اخذ کیے جاتے ہیں۔ واقعات کی زمانی ترتیب کے بیان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہونے والے احکام و تصرفات کی نوعیت و کیفیت، حالات و زمانہ کے تقاضے اور ان کی فقہی حیثیت کے تعین میں آسانی ہوتی ہے۔ آیات قرآنیہ کی تفسیر میں شان نزول اور احادیث مبارکہ کی شرح میں اسباب ورود احادیث کو جو اہمیت حاصل ہے۔ فقہ السیر ۃ میں وہی اہمیت واقعات سیرت کو زمانی ترتیب سے بیان کرنے کو حاصل ہے۔ فقہ السیر ۃ سے ایک طرف تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی تاریخی تفصیلات سے قاری آگاہ ہوتا ہے۔ تو دوسری طرف عملی زندگی کے لیے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ایک لائحہ عمل اپنے سامنے پاتا ہے۔ علاوہ ازیں واقعاتی انداز سے اخذ شدہ نتائج و عبر ذہن انسانی پر زیادہ گہرے نقوش چھوڑتے ہیں، نیز زمانی ترتیب سے واقعات کے بیان سے اخذ کردہ احکام میں ناسخ و منسوخ احکام کی معرفت بھی ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عملی زندگی کے لیے احکام، دروس و عبر اور اسباق حاصل ہوتے ہیں جو کہ سیرت نگاری و مطالعہ سیرت کا اصل منشاء و مدعا ہے۔ لیکن اس ضمن میں اس بات کو ذہن میں رکھنا بھی ضروری ہے کہ فقہ القرآن اور فقہ الحدیث کی طرح فقہ السیر ۃ کا فن بھی چند اصول و ضوابط کا پابند ہے۔ (۳) جن کا لحاظ رکھنا سیرت و شریعت کی اصل روح پانے کے لیے لازم ہے۔

موجودہ دور میں تمدنی وثقافتی طور پر اتنی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں اور عہد رسالت سے عصر حاضر تک انسانی زندگی میں اتنی وسعت پیدا ہو چکی ہے کہ حالات یکسر بدل گئے ہیں۔ نئے حالات میں نئے زمانے کے تقاضوں کے مطابق شریعت کے دائرہ میں رہ کر اگر ہمیں چلنا ہے تو یہاں فقہ السیرۃ ہماری رہنمائی کرتا ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ بدلتی ہوئی صورت حال میں سیرت کی ہمہ گیریت اور آفاقیت ہمارے لیے کس طرح مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہ بات بڑے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ فقہ السیرۃ کا موضوع بہت اہم، بنیادی اور ہر زمانے کے لیے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیسویں صدی میں برصغیر اور عالم عرب میں ایک مرتبہ پھر اس اسلوب کا احیاء ہوا ہے۔ خاص طور پر عالم عرب میں موجودہ دور کی سیرت نگاری میں اس اسلوب کو خاص مقام حاصل ہے اور باقاعدہ ''فقہ السیرۃ'' کے عنوان سے کچھ کتب لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح برصغیر کی سیرت نگاری میں بھی فقہ السیرۃ کے اسلوب کے واضح آثار ملتے ہیں۔

فقہ السیرۃ کے حوالے سے مستقل سیرت نگاری کی تاریخ پر اگر نظر ڈالیں تو ابن حزم ظاہریؒ (۴۵۶ھ) کی ''جوامع السیرۃ'' اور ابن عبدالبرؒ (۴۶۳ھ) کی ''الدرر فی اختصار المغازی والسیر'' میں اس کے اولین نقوش ملتے ہیں۔ اگرچہ ان حضرات سے پہلے کی کتب سیرت اور سیرت نگاری میں فقہی احکام کا تذکرہ تو ملتا ہے مگر وہاں صرف فقہی احکام کی فرضیت کی تواریخ وغیرہ سے بحث کی گئی ہے روایات سیرت سے اخذ واستنباط مفقود ہے۔ ابن حزم اور ابن عبدالبر کے بعد امام سہیلی (۵۸۱ھ) نے ''الروض الانف'' میں اس اسلوب کو واضح انداز میں اختیار کیا اور واقعات وروایات سیرت سے بہت سے مسائل کا اخذ واستنباط کیا اور اس اسلوب کو ایک واضح شکل دی۔ لیکن جس شخص نے فقہ السیرۃ کے اسلوب کو باقاعدہ فن کی صورت دی اور اوج کمال تک پہنچا دیا وہ ابن قیم (۷۵۱ھ) ہے۔ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں جس مفصل انداز واہتمام کے ساتھ واقعات سیرت سے سینکڑوں فقہی مسائل اور دروس وعبر اخذ کیے ہیں وہ صرف انہی کا خاصہ ہے۔ ان کے ہم جماعت وہم عصر ابن کثیر (۷۷۴ھ) کے ہاں بھی سیرت نگاری میں اس اسلوب کو اختیار کیا گیا اور اسے خاصی اہمیت دی گئی ہے۔ پھر امتاع الاسماع از علامہ مقریزی (۸۴۵ھ)، بھجۃ المحافل از ابوبکر العامری (۸۹۳ھ)، المواھب اللدنیہ از علامہ قسطلانی (۹۲۳ھ)، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد از علامہ الشامی (۹۴۲ھ)، السیرۃ الحلبیہ از امام حلبی (۱۰۴۴ھ)، شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیہ از علامہ زرقانی (۱۱۲۲ھ)، مختصر سیرۃ الرسول از محمد بن عبدالوہاب (۱۲۰۶ھ)، مختصر سیرۃ الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب (۱۲۴۴ھ) اور السیرۃ النبویۃ از احمد بن زینی دحلان (۱۳۰۴ھ) وغیرہ میں فقہ السیرۃ کے اسلوب کے تحت ہر کتاب میں بیسیوں فقہی

نکات اور بصائر و حکم اخذ کیے گئے ہیں اور بہت سے فقہی مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں۔(۴)

زاد المعاد فی هدی خیر العباد اور فقه السیرة

صاحب زادالمعاد شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن بکر بن ایوب بن سعد بن حریز بن مکی، زین الدین الزرعی الدمشقی الحنبلی المشہور بابن القیم الجوزیہ ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ) کے قائم کردہ مدرسہ جوزیہ میں تدریس کی بنیاد پر الجوزیہ کہلائے۔ علوم تفسیر، علوم حدیث، علوم فقہ، اصول الدین، علم الکلام، علم السلوک اور دیگر علوم و فنون میں کمال درجہ کی مہارت رکھتے تھے۔ مجتہد فی المذہب اور مجتہد مطلق کہلائے۔ بڑے بڑے اساتذہ سے کسب فیض کیا جن میں شیخ ابن تیمیہ سرفہرست ہیں۔ ابن تیمیہ سے عقیدت و محبت کے ساتھ ساتھ ان کے علوم کے وارث بھی ہیں۔ نہایت متقی اور پاکباز تھے، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص لگاؤ تھا اور بدعات کے سخت مخالف تھے، تمام عمر بدعات کے خاتمے کے لیے جدوجہد کی ان کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ "**ماتحت أديم السماء أوسع منه علماً**(۵)

"اس آسمان کے نیچے کوئی بھی ان سے زیادہ وسیع العلم نہ تھا۔"

زادالمعاد فی ھدی خیر العباد علامہ ابن قیم کی تصانیف میں سے بلند مقام کی حامل ہے اور کتب سیرت میں اپنے منفرد اسلوب اور مختلف النوع مباحث کی وجہ سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہے اس کتاب کو اگر سیرت کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس پر کتاب میں بحث نہ کی گئی ہو۔ کتاب پر اگر نظر ڈالی جائے تو کتاب کے موضوعات کی تقسیم مندرجہ ذیل پانچ عنوانات کے تحت کی جاسکتی ہے۔

(i) **السیرة النبوية** (ii) **الھدی النبوی فی العبادات**

(iii) **الطب النبوی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (iv) **اقضیۃ النبی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(v) **الفضائل والآداب**

مصنف نے کتاب میں بعض مقامات پر خصائص النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کا بھی تذکرہ کیا ہے(۶) لیکن کتاب میں خصائص النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بحث موجود نہیں۔ مصنف کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو حالت سفر میں لکھا(۷) کتاب کی ترتیب، ایک موضوع سے متعلقہ مباحث کی کتاب کے مختلف مقامات پر موجودگی اور مصنف کی طرف سے لکھنے کا ارادہ ظاہر کرنے کے باوجود بھی بعض مباحث کی عدم

موجودگی کتاب پر سفر کے آثار کی دلیل ہیں۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مباحث پوری کتاب میں بکھرے پڑے ہیں اور دیگر کتب سیرت کے برعکس زمانی ترتیب سے ایک ہی جگہ بیان نہیں کیے گئے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف، ولادت اور دیگر واقعات سیرت میں بہت فاصلہ ہے۔ پہلا موضوع کتاب کے پہلے حصہ میں ہے جبکہ دوسرا موضوع کتاب کے تیسرے حصہ میں ہے۔(۸) نتائج غزوات پر بحث غزوات کے بیان سے پہلے نقل کی گئی ہے،(۹) غنائم کے حصول کی بات ان غزوات سے پہلے کی گئی ہے جن میں ان غنائم کا حصول ممکن ہوا۔(۱۰) امراُور ؤساء کو مکتوبات لکھنے کی بات کتاب کے پہلے حصہ میں ہے جبکہ ان کا متن تیسرے جزء کے آخر میں ہے۔(۱۱) اس طرح سے ایک قاری پر سیرت کا نقشہ پوری طرح واضح نہیں ہوتا (۱۲) ابوالحسن علی الندوی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب کا قابل تنقید پہلو صرف یہ ہے کہ اس میں سیرت، حدیث، فقہ، تاریخ کلام، نحو وصرف اور تقریباً تمام علوم اسلامیہ مخلوط ہیں۔(۱۳)☆

الھدی النبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الطب النبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اقضیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فضائل وآداب سے قطع نظر خاص واقعاتی سیرت پر اگر نظر دوڑائی جائے تو ابن قیم نے واقعات سیرت سے سینکڑوں مسائل کا استنباط کیا ہے اور ایسے ایسے نکتے نکالے ہیں جو ان کی حدیث، سیرت اور فقہ میں یکساں مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں نیز انہوں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقصدیت اور پیغام کو اپنی اصل صورت میں واضح کیا ہے۔ خاص مباحث سیرت میں سے غزوات وسرایا اور بارگاہ رسالت میں آنے والے وفود کے تذکروں سے ابن قیم نے بہت عمدہ اور کثرت سے فقہی مسائل، دروس وعبر اور حکمتیں اخذ کی ہیں اور ان میں فقہاء کے اقوال نقل کرتے ہوئے ذاتی رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔ غزوات میں بدر و حنین سمیت تمام غزوات میں اخذ واستنباط کا اسلوب نظر آتا ہے۔ اذن قتال، مشروعیت جہاد، فضیلت جہاد، احکام الجھاد، غنائم، قیدی، عقدالذمہ، جزیہ اور عقود الصلح جیسے مباحث کو بھی غزوات کے بیان سے قبل زیر بحث لایا گیا ہے۔

غزوہ بدر میں بعض قیدیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے بچوں کو تعلیم دینے کے عوض رہا کر دیا ابن قیمؒ کے مطابق یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مال کے ساتھ ساتھ عمل کو بھی بطور فدیہ قبول کیا جا سکتا ہے۔(۱۴)

غزوہ احد اسلامی تاریخ کا ایک اہم غزوہ ہے ابن قیم نے واقعات غزوہ احد کو بیان کرنے کے بعد جن مسائل کا اخذ واستنباط کیا ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱) جب جہاد کا آغاز ہو جائے، اسلحہ پہن لیا جائے تو دشمن سے جنگ کیے بغیر واپس نہیں لوٹنا چاہیے۔

(۲) اگر دشمن ملک پر حملہ کر دے تو شہر کے اندر رہ کر لڑنا بھی جائز ہے۔

(۳) اسلامی لشکر رعایا کی زمین میں سے صاحب زمین کی ناراضگی کے باوجود بھی گزر سکتا ہے۔

(۴) جو بچے نابالغ ہوں اور جنگ کی طاقت نہ رکھتے ہوں انہیں واپس بھیج دینا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عمرؓ اور ان کے ساتھ کچھ بچوں کو واپس بھیجا۔

(۵) عورتوں کی جہاد میں شرکت اور ان سے مدد لینا جائز ہے۔

(۶) امام کو اگر زخم آ جائے تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھا سکتا ہے اور لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

(۷) شہادت کی تمنا کرنا اور دعا کرنا ممنوع نہیں اور یہ موت کی تمنا کرنا نہیں کہ جس سے منع کیا گیا ہے۔

(۸) اگر کوئی مسلمان زخموں کی تکلیف کی وجہ سے خودکشی کرے تو وہ اہل نار میں سے ہوگا جیسا کہ قزمان نے خودکشی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اہل نار میں سے ہے۔

(۹) شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا نہ ہی اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اور جو کپڑے پہنے ہیں ان کے علاوہ دیگر کپڑوں کا کفن بھی نہ پہنایا جائے اور خون اور زخموں سمیت دفن کیا جائے لیکن اگر کسی شہید کا کفن سلب کر لیا جائے تو اسے دوسرے کپڑوں میں کفن دیا جا سکتا ہے۔

(۱۰) شہید کو وہیں دفن کیا جائے جہاں اس کی شہادت ہوئی ہو اور اسے دوسرے جگہ منتقل نہ کیا جائے۔

(۱۱) اگر شہید جنبی ہو تو اسے غسل دیا جائے جس طرح حضرت حنظلہ بن ابی عامر کو فرشتوں نے غسل دیا۔

(۱۲) ایک قبر میں دو یا تین شہداء کو بھی دفن کیا جا سکتا ہے۔

(۱۳) معذور افراد اگر جنگ میں شرکت کرنا چاہیں تو جا سکتے ہیں اگرچہ ان پر واجب نہیں۔

(۱۴) اگر کوئی مسلمان دوران قتال اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں غلطی سے قتل ہو جائے تو اس کی دیت ادا کرنا امام کی ذمہ داری ہے۔(۱۵)

ابن قیم نے غزوہ احد کے نتائج میں پنہاں بہت سی حکمتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جنہیں قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں بیان کیا گیا ہے ان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم عدولی، معصیت، نافرمانی، بزدلی، طمع، اختلاف وغیرہ کے انجام اور سزا کا ذکر ہے نیز مومن اور منافق کی پہچان، مخلصین کی ثابت قدمی، مومنین کی آزمائش و درجات کی بلندی، حصول شہادت کا موقع، دنیا سے بے رغبتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت و شجاعت اور صبر و اثبات وغیرہ کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے نیز اس غزوہ میں مسلمانوں کو پہنچنے والی آزمائش کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے مقدمہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔(۱۶)

واقعہ افک کے بیان کے بعد ابن قیمؒ نے اس میں موجود حکمتیں بیان کی ہیں اور ایک ماہ تک وحی کے منقطع ہونے میں حکمت الٰہی کا تذکرہ کیا ہے۔ جن لوگوں نے اس تہمت اور بہتان میں حصہ لیا تھا آیات برأت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر حد جاری کی سوائے عبداللہ بن ابی کے، ابن قیم نے یہاں مختلف علماء وفقہاء کی آراء نقل کی ہیں کہ عبداللہ بن اُبی کو اس حد سے کیوں مستثنیٰ کیا گیا اور اس رائے کو ترجیح دی ہے کہ چونکہ حد کا مقصد مومنین صادقین کی تطہیر اور ان کی طرف سے کفارہ تھا اس لیے حضرت مسطح بن اثاثہؓ، حضرت حسانؓ اور حضرت حمنہ بنت جحش پر حد جاری کی گئی جبکہ عبداللہ بن اُبی اس چیز کا اہل ہی نہیں تھا۔(۱۷) (کہ اس کی تطہیر کی جاتی)۔ غزوہ بنی قریظہ میں نماز کے سلسلہ میں صحابہؓ میں اختلاف کے حوالے سے مصنف نے مختلف نقطہائے نظر پیش کیے ہیں کہ کون سا گروہ حق پر تھا اور حکم کی اصل تک پہنچا۔ ابن قیم کا رجحان اس طرف ہے کہ جس گروہ نے رستے میں نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے ظاہری الفاظ کی بجائے غرض وغایت کو سامنے رکھتے ہوئے عمل کیا وہ درحقیقت مصیب گروہ ہے لیکن اجر کے حق دار دونوں گروہ ہیں۔(۱۸)

سنہ ۶ ھ میں عکل اور عرینہ کے کچھ افراد مدینہ آئے اور اسلام قبول کیا مدینہ کی آب وہوا راس نہ آنے کی وجہ سے بیمار پڑ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چند اونٹوں کے ساتھ مدینہ سے باہر اونٹوں کی چراگاہ میں بھیج دیا اور انہیں حکم دیا کہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ پس جب وہ صحت مند ہو گئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راعی کو قتل کیا اور اونٹ ہانک لے گئے اور اسلام کے بعد پھر کافر ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو ان کی تلاش میں بھیجا (پس ان کو پکڑ لیا گیا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم دیا اور ان کو حرہ کے ایک گوشے میں چھوڑ دیا گیا۔ یہاں تک کہ مر گئے۔(۱۹) ابن قیم نے اس واقعہ سے مندرجہ ذیل مسائل اخذ کیے ہیں۔

(۱)　اونٹ کا پیشاب پینا جائز ہے (اگر اس کے ذریعہ کسی بیماری کا علاج مقصود ہو تو)

(۲)　جس جانور کا گوشت کھانا جائز ہے اس کا پیشاب پاک ہے۔

(۳)　جنگجو کفار اگر مال چھین لیں اور قتل کریں تو ان کے لیے قطع ید، قطع پاؤں اور قتل کی سزا اکٹھی کی جا سکتی ہے چونکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راعی کی آنکھوں میں سلائی پھیری تو ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا۔

(۴)　ابن قیم لکھتے ہیں کہ گویہ حصہ حدود کے نازل ہونے سے قبل کا ہے مگر حدود کی وجہ سے منسوخ نہیں ہوا

حدود کے حکم نے سزا کو معین کیا ہے منسوخ نہیں۔(۲۰)

صلح حدیبیہ سے بھی بہت سے احکام اخذ کیے گئے ہیں جن میں حج کے مہینہ میں عمرہ کا حکم، عمرہ کا احرام باندھنے کا مقام، عمرہ کے جانوروں پر علامت لگانے کا مسئلہ، جاسوسی کا جواز، کافر سے مدد لینے کا جواز، امام کا رعیت رلشکر سے مشورہ کرنے کا جواز، دین کی خبر پر حلف اٹھانے کا جواز، مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر امام کا کفار سے صلح کا جواز، غیر مسلم کافروں کی آمد کے موقع پر فخر وشان وشوکت کا مظاہرہ کرنا اور امام کی توقیر و تعظیم کے لیے کسی کا بطور محافظ تلوار لے کر کھڑے ہونے کا جواز، قاصدین کی بے ادبی پر صبر وتحمل کے اظہار کا حکم، مستعمل پانی وبلغم وغیرہ کے پاک ہونے کا حکم، فال لینے کا جواز، مصلحت کی بنیاد پر مشرکین سے صلح کا جواز اور قربانی وغیرہ سے متعلقہ تقریباً چونتیس (۳۴) احکام اخذ کیے گئے ہیں(۲۱) نیز واقعہ حدیبیہ میں مضمر حکمتوں سے بھی بحث کی گئی ہے۔ حکمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن قیم لکھتے ہیں کہ یہ معاہدہ سب سے بڑی فتح تھی کیونکہ لوگوں نے ایک دوسرے کو امان دی۔ مسلمان اور کفار آپس میں ملنے لگے انہیں اسلام وقرآن کی دعوت پہنچنے لگی۔ مشرکین نے جن شرائط کو اپنے فائدہ کے لیے معاہدہ میں شامل کروایا تھا (اور جو بظاہر مسلمانوں کے مفاد میں نہیں تھیں) وہ مسلمانوں کے حق میں تو مفید ثابت ہوئیں جبکہ کفار جو عزت کی سوچ رہے تھے لیکن ان کو ذلت نصیب ہوئی نیز اس معاہدہ سے مسلمانوں میں ایمان ویقین کی کیفیت پیدا ہوئی۔ اطمینان قلب نصیب ہوا اور اللہ کے وعدوں اور انعامات کی تکمیل ہوئی۔(۲۲)

غزوہ خیبر کے واقعات سے مصنف نے حرمت کے مہینہ میں کفار سے جنگ کا جواز، غنیمت میں حاصل شدہ کھانے پینے کی اشیاء میں خمس کا مسئلہ، جنگ میں شرکت نہ کرنے اور بعد میں آنے والوں کے لیے حصہ مقرر کرنے کا مسئلہ، پالتو گدھوں کی حرمت، اہل ذمہ کے ساتھ بدعہدی اور ان کے ذمہ کا حکم، تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے لینے کا مسئلہ، فال لینے کا حکم، آزادی کو بطور مہر قرار دینا، کافر کے ھدیہ کے قبول کرنے کا جواز، سونے یا بھول جانے کی صورت میں نماز کا حکم، قضاء نماز کی ادائیگی کا مسئلہ، قضاء نماز باجماعت پڑھنے کا جواز اور شیطانی جگہوں پر نماز پڑھنے سے اجتناب کا حکم جیسے مسائل زیر بحث لائے ہیں۔(۲۳)

۸ھ رجب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سو سواروں کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو امیر بنا کر قبیلہ جہنیہ کی جانب سیف البحر بھیجا۔ رستے میں شدید بھوک لگی تو ان لوگوں نے درخت کی پتیاں کھائیں ایک صحابی نے مسلسل تین دن تین تین اونٹ ذبح کیے پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے انہیں اونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا اسی دوران سمندر نے ایک بہت بڑا جانور (العنبر) ان کی طرف ڈال دیا جسے انہوں نے نصف مہینہ کھایا

یہاں تک کہ ان کے جسم مضبوط ہو گئے جب مدینہ لوٹ کر آئے تو اس میں سے جو بچا تھا وہ ساتھ لے آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ خدا نے تم لوگوں کے لیے رزق بھیجا تھا اگر اس میں سے کچھ ہے تو لاؤ۔ چنانچہ صحابہؓ نے گوشت پیش کیا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناول فرمایا(۲۴)

ابن قیم نے اس واقعہ سے جو احکام اخذ کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) اس واقعہ میں شہر حرام میں قتال کے جواز کا پتہ چلتا ہے اگر اس کی تاریخ محفوظ طور پر رجب میں ہو اور ظاہر طور پر بھی۔

(۲) حالت مخمصہ میں درختوں کے پتے کھانا جائز ہے نیز عشب الارض یعنی زمین کی جڑی بوٹیوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔

(۳) امام یا امیر کے سواریوں کے جانور ذبح کرنے کی ممانعت کے جواز کا پتہ چلتا ہے اگر چہ کھانے کی ضرورت ہو، اس چیز کے پیش نظر کہ دشمن کے مقابلہ کے وقت ان کی ضرورت ہو گی امیر کی ممانعت کی اطاعت کرنا لشکر پر ضروری ہے۔

(۴) اس واقعہ سے سمندر کے مردار کے کھانے کا جواز نکلتا ہے۔

(۵) حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اجتہاد کے جواز کی دلیل اس واقعہ میں موجود ہے لیکن یہ اجتہاد کی حقیقی ضرورت اور نص کی عدم موجودگی میں ہی جائز ہے۔(۲۵)

مندرجہ بالا واقعہ میں میتۃ البحر، باہر سے کسی جانور کے سمندر میں جا کر مردہ ہونے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جانور میں سے کھانے اور صحابہؓ کے مضطرین ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے بھی بحث کی گئی ہے۔(۲۶)

فتح مکہ کے واقعات اور خطبہ کا تذکرہ کرنے کے بعد ''**فی الإشارۃ الی مافی الغزوۃ من الفقه واللطائف**'' کے عنوان کے تحت مصنف نے کثرت سے فقہی احکام اخذ کیے ہیں جن میں محارب پر اچانک حملہ کرنے کا جواز، جذبہ دینی کے باعث کفر کا الزام لگانے کا جواز، مسلمانوں کے حلیف گروہ پر حملہ کرنے کی صورت میں معاہدہ کی شرعی حیثیت، دس سال سے زائد عرصہ کے لیے صلح کا جواز، قاصد کے قتل کی ممانعت، مسلمان جاسوس کے قتل کا جواز، عورت کو بوقت ضرورت مصلحت عامہ کے لیے برہنہ کرنے کی دھمکی دینے کا جواز، حرمت مکہ، مکہ میں بغیر احرام پہنے داخل ہونے کا مسئلہ، اراضی مکہ کی تقسیم کا معاملہ، اراضی مکہ کی خرید و فروخت کے مسائل، اراضی مکہ پر خراج کا مسئلہ، گستاخ رسول کی سزا کا مسئلہ، حدود حرم میں حدود کے نفاذ کا

مسئلہ، مکہ کے درخت کاٹنے کا مسئلہ ،لقطۃ الحاج ،لقطۃ الحرم کی شرعی حیثیت ، کالا لباس پہننے کا جواز ، متعہ کی حرمت کا مسئلہ،عورت کی امان اور قتل مرتد جیسے مسائل شامل ہیں۔(۲۷)

غزوہ حنین کو اگر دیکھا جائے تو یہاں بھی مصنف کا فقہی مزاج اور اسلوب و منہج پوری طرح جلوہ گر ہے حنین کے واقعات میں سے صاحب کتاب نے مشرکین سے ہتھیار بطور مستعار لینے کا جواز، توکل علی اللہ کے باوجود ظاہری اسباب اختیار کرنے کا جواز، مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے کفار کے اسلام لانے کا انتظار کرنے کا جواز، دشمن کے گھوڑے یا سواری کی کونچیں کاٹنے کا جواز، تالیف قلب کے لیے مال دینے کا جواز، مقتول کے سلب کا مسئلہ، سلب مقتول کے خمس کا مسئلہ اور دیگر اہم مسائل اخذ کیے ہیں۔(۲۸) غزوہ طائف سے مستنبط شدہ احکام میں لڑائی میں کفار پر منجنیق نصب کرنے کا جواز، دار الحرب سے دار الاسلام آنے والے غلام کا حکم، حسب مصلحت امام کا محاصرہ اٹھانے کا جواز، عمرہ کے لیے جعرانہ سے احرام باندھنے کا حکم، نیکی کے کام میں ایثار کرنے کا جواز، مزارات، صنم کدوں کی تخریب اور ان سے حاصل شدہ مال و متاع کے استعمال کا جواز جیسے مسائل شامل ہیں۔(۲۹)

غزوہ تبوک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات میں سے ایک اہم غزوہ ہے ابن قیم نے اس غزوہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور یہاں بھی اخذ احکام میں سابقہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے جوہر دکھائے ہیں غزوہ تبوک سے اخذ کردہ احکام میں اشھر الحرم میں قتال کا جواز، مصلحت کی خاطر امام کا لشکر کو کچھ بتانے اور کچھ چھپانے کا جواز، لشکر کو کوچ کا حکم ملنے کے بعد تاخیر کا عدم جواز، استخلاف امام کا مسئلہ، مغضوب علاقوں میں سے گزرنے اور وہاں کی اشیاء استعمال کرنے کا مسئلہ، سفر میں جمع بین الصلاتین کا حکم، ریت سے تیمّم کا جواز، دائمی مصلحت کی بناء پر قسم توڑنے کا جواز، حالت غصہ میں کھائی گئی قسم کا بیان، معاہدین اور اہل ذمہ کی بدعہدی کا حکم، رات کے وقت تدفین کا مسئلہ، مقامات معصیت و گناہ کے انہدام کا جواز، وقف کے احکام، مسجد اور قبر کے ایک جگہ جمع ہونے پر کسی ایک کے گرانے کا حکم جیسے مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں(۳۰) نیز غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے اصحاب کا بھی تفصیلی ذکر کیا گیا ہے اور ''**الفوائد المستنبطة من قصة المتخلفين الثلاثة**'' کے تحت یہاں بھی بیسیوں فقہی مسائل اور عبر و نصائح سے گفتگو کی گئی ہے۔(۳۱)

غزوات کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آنے والے وفود اور ان سے متعلقہ معاملات و واقعات سے بھی بہت سے مسائل، حکمتیں اور آداب اخذ کیے گئے ہیں جن وفود کے تذکرہ کے بعد مسائل اخذ کیے گئے ہیں ان میں وفد ثقیف (۳۲)، وفد عبدالقیس (۳۳)، وفد بنی حنیفہ (۳۴)، وفد کندہ (۳۵)، وفد

دوس (۳۶)، وفد نجران (۳۷)، وفد بلی (۳۸)، وفد صداء (۳۹) اور وفد بنی منتفق (۴۰) وغیرہ اہم ہیں۔ مثلاً وفد ثقیف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تاکہ قرآن مجید کی آیات سنیں۔ یہ وفد ہر روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور عثمان بن العاصؓ، جو کہ ان میں سے سب سے چھوٹے تھے، کو سامان کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ آتے۔ وفد کی واپسی پر عثمان بن العاصؓ کبھی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے اور کبھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں۔ انہوں نے دین کی بہت سی باتیں سیکھ لیں۔ پھر یہ وفد ایمان لے آیا انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان کے باوجود زنا، شراب اور سود کی اجازت چاہی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار کر دیا نیز انہوں نے اپنے بتوں کے بارے میں پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو توڑ دو۔ ثقیف کے لوگ ایسا کرنے سے خوف کھاتے تھے لہٰذا آپ نے ان کے کہنے پر کچھ اصحابؓ کو بھیجا جنہوں نے کلہاڑے سے وار کر کے ان کے بت کو منہدم کر دیا۔ عثمان بن العاصؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ شیطان میرے اور میری نماز میں حائل ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''**فتعوذ باللہ منه و اتفل علی یسارک**'' (۴۱) (اس سے اللہ کی پناہ مانگو اور بائیں جانب تین بار تھوک دو) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن العاصؓ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ (۴۲) ابن قیم نے اس وفد کے تذکرہ سے مندرجہ ذیل مسائل وآداب اخذ کیے ہیں۔

(۱) مشرک کو مسجد میں ٹھہرایا جا سکتا ہے جب کہ اس کے سماعت قرآن اور مسلمانوں کی عبادت کے مشاہدہ سے اسلام قبول کرنے کی امید ہو۔

(۲) جو شخص کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھتا ہو اور دین کی زیادہ سمجھ رکھتا ہو وہ امارت کا زیادہ مستحق ہے (چاہے وہ عمر میں چھوٹا ہی کیوں نہ ہو)

(۳) مقامات شرک کا انہدام جائز ہے کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے محبوب اور اہل اسلام کے لیے فائدہ مند ہے۔

(۴) بیوت طاغوت کو گرا کر مساجد میں تبدیل کیا جا سکتا ہے تاکہ وہاں اللہ کی عبادت ہو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

(۵) اگر انسان شیطان سے پناہ مانگے اور بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے تو اسے شیاطین سے کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ (۴۳)

وفد بلی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ۹ھ ربیع الاول کے مہینہ میں حاضر ہوا اور رویفع بن ثابت بلوی

کے ہاں ٹھہرا اور اسلام قبول کیا۔ شیخ الوفد ابوالصبیب نے کہا یا رسول اللہ ''ان لی رغبة فی الضیافة فهل لی فی ذلک''(۴۴)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں جو بھلائی بھی تم کرو چاہے غنی کے ساتھ یا فقیر کے ساتھ وہ صدقہ ہے اس نے عرض کیا کہ ضیافت کب تک ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین روز تک اور جو اس سے زائد ہے وہ صدقہ ہے۔ اس نے پوچھا کہ اگر ویران جگہ مجھے بکریاں ملیں تو ان کا کیا حکم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ تیرا یا تیرے بھائی یا بھیڑیئے کا نوالہ ہے۔ اس نے عرض کی اور اونٹ ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھے اس سے کیا غرض، اسے رہنے دے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنے مالک کے پاس پہنچ جائے۔(۴۵)

ابن قیم نے یہاں جو مسائل اخذ کیے ہیں وہ درجہ ذیل ہیں۔

(۱) مہمان کا میزبان پر حق ہے اور اس کے تین مراتب ہیں۔ حق واجب، حق مستحب اور صدقہ، حق واجب تو ایک دن اور رات ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تین مراتب ایک متفق علیہ حدیث میں بیان فرمائے ہیں اُبی شریح الخزاعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی دستور کے موافق خدمت کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دستور کے موافق کب تک ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک دن اور رات۔ اور جو اس سے زائد ہے وہ صدقہ ہے(۴۶) اور مہمان کے لیے میزبان کو زیادہ تنگ کرنا مناسب نہیں۔(۴۷)

(۲) لاوارث بکریوں کو پکڑا جاسکتا ہے جب تک لاوارث بکری کا مالک نہ آ جائے وہ پکڑنے والے کے پاس ہی رہے گی۔

ابن قیم نے یہاں مختلف فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں بعض کے نزدیک وہ ایک سال بکری کو اپنے پاس سے کھلائے اور غنم ضالہ کو محفوظ رکھے اور مالک کے ملنے پر اس سے خرچہ وصول کرے، بعض کے نزدیک اسے بیچ دے اور قیمت مالک کے لیے محفوظ رکھے، بعض کے نزدیک وہ اپنے تصرف میں لائے، ذبح کر کے کھالے، بیچ دے یا جو بھی کرے اسے مالک کو قیمت ادا کرنا ہوگی جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک اس کو اختیار ہے کہ جو صورت مناسب ہو ویسا کرے تاکہ بکری کے مالک اور پکڑنے والے دونوں کی رعایت ہو سکے۔

(۳) اونٹ کو پکڑنا جائز نہیں مگر یہ کہ وہ چھوٹا ہو اور بھیڑیئے اور اسی طرح کسی درندے وغیرہ سے اپنا بچاؤ

نہ کرسکتا ہوتو اس کا حکم بھی نص کی تنبیہ اور دلالت کے مطابق بکری کا سا ہوگا۔(۴۸)

ابن قیم نے حجۃ الوداع کا بھی تفصیلی تذکرہ کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کے حوالے سے اختلافی روایات ومسائل پر بھی روشنی ڈالی۔ حجۃ الوداع کی تفصیلات میں بھی ابن قیم کا فقہی مزاج اپنے جوہر دکھاتا نظر آتا ہے محض حجۃ الوداع کے بیان میں مذکور فقہی مسائل کا تذکرہ الگ کتاب کا متقاضی ہے بقول سید ابوالحسن علی ندوی محض حج کا باب اس کتاب کی عظمت اور اس کے مصنف کی امامت اور جلالت قدر کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔(۴۹)

واقعات سیرت سے اخذ واستنباط کے ضمن میں امام ابن قیم نے محض اپنی ذہانت اور نکتہ سنجی پر اعتماد نہیں کیا بلکہ جو مسائل واحکام اخذ کیے ہیں ان پر دلائل بھی قائم کیے ہیں اور قرآن وسنت کی نصوص کو اولیت دیتے ہوئے اپنی رائے کی تائید اور موافقت کے لیے استعمال کیا ہے مثلاً سریہ سیف البحر کے حوالے سے سمندر کے شکار کے جواز کا جو نکتہ اخذ کیا ہے تو اس پر دلیل بھی قائم کی ہے کہ یہ اس آیت

حرمت علیکم المیتۃ والدم(۵۰)

''اور تمہارے اوپر حرم کیا گیا ہے مردار اور خون''

کے تحت نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

احل لکم صید البحر وطعامہ(۵۱)

''اور تمہارے لیے حلال ہے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا''

صلح حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ ایسا بھی دیا جو کبھی ابوجہل کی ملکیت میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد کفار کو جلانا تھا(۵۲) اور اس کی ناک میں چاندی کی نکیل تھی۔ابن قیم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل سے نکتہ اخذ کیا ہے کہ اللہ کے دشمنوں کو جلانا مستحب ہے اس ضمن میں درج ذیل آیات سے استدلال کیا ہے۔

ومثلھم فی الانجیل کزرع أخرج شطئہ فأزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار (۵۳)

''یہی اوصاف انجیل میں ہیں(وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے۔''

"ذلک بـانهم لایصیبهم ظمأو لانصب و لامخمصة فی سبیل الله و لایطؤن موطئا یـغیظ الکفار و لا ینالون من عدونیلاً الا کتب لهم به عمل صلح. ان الله لایضیع اجرالمحسنین"(۵۴)

''یہ اس لیے کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی یا محنت یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کچھ چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کے لیے عمل نیک لکھا جاتا ہے کچھ شک نہیں کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

روایات سیرت سے استنباط میں دیگر روایات کو بھی بطور دلیل اور وضاحت کے لیے پیش کیا گیا ہے جیسا کہ وفد بلی کے ضمن میں ضیافت کی حد اور مہمان کے میزبان پر میزبانی کے مختلف مراتب بیان کرتے ہوئے ابی شریح الخزاعی کی روایت سے اپنے استدلال کو تقویت دی ہے(۵۵) ایسی بیسیوں مثالیں کتاب میں موجود ہیں۔

روایات کی استنادی حیثیت بیان کرتے ہوئے ابن قیم ان پر نقد و جرح بھی کرتے ہیں صلح حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ ذی الحلیفہ پہنچے تو یہاں احرام باندھا۔ ابن قیم نے صلح حدیبیہ سے فقہی احکام اخذ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عمرہ کا احرام میقات سے باندھنا افضل ہے جیسے کہ حج کا احرام باندھا جاتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں (حج و عمرہ) کے لیے یہاں سے احرام باندھا ابن قیم نے یہاں ایک روایت نقل کی ہے:

من احرم بعمرة من بیت المقدس غفرله مات تقدم من ذنبه وماتاخر وفی لفظ، کانت کفارة لما قبلها من الذنوب(۵٦)

''جس نے بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھا اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور روایت میں ہے کہ یہ اس کے پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ ہوگا۔''

ابن قیم اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

لایثبت، وقداضطرب فیه اسناداً ومتناً اضطراباً شدیداً(۵۷)

یہ روایت ثابت نہیں ہے اس کی سند اور متن میں شدید اضطراب ہے۔

مسائل کے اخذ و استنباط میں تعارض روایات کی صورت میں تطبیق بھی پیدا کرتے ہیں۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کے طرز عمل کو بطور دلیل لاتے ہیں(۵۸) فقہاء کے اقوال کو دیانت داری سے نقل کر کے

اپنے شیخ ابن تیمیہ کی رائے بھی نقل کرتے ہیں اور ذاتی رائے کا بھی اظہار کرتے ہیں اور اپنے شیخ کی رائے کی موافقت کرتے نظر آتے ہیں مثلاً عمرۃ القضاء سے واپسی کے موقع پر حضرت حمزہؓ کی بچی کی تولیت کا مسئلہ پیدا ہوا۔ حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت زیدؓ تینوں بچی کے دعوے دار تھے تینوں نے اپنے اپنے رشتہ کی بنیاد پر حضرت حمزہؓ کی بچی کی تولیت کا دعویٰ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا ''**الخالة بمنزلة الام**'' اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بنیاد پر فرمایا کہ حضرت جعفرؓ کی بیوی بچی کی خالہ بھی تھیں۔ ابن قیم نے یہاں مختلف فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں کہ بچی کی حضانت کا حق دار کون ہے۔ امام شافعیؒ، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی رائے کے مطابق خالہ کو چچی پر حضانت کے معاملہ میں اولیت دی جائے گی لیکن امام احمد کے ایک قول کے مطابق چچی خالہ پر مقدم ہے (۵۹) ابن قیم امام احمد کی دوسری رائے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''**وھی اختیار شیخنا**'' (۶۰) اور وضاحت فرماتے ہیں کہ باپ کی جانب سے عورتیں ماں کی طرف سے عورتوں پر مقدم ہوں گی کیونکہ بچے کی ولایت اصل باپ کے لیے ہے وہ تو محض مصلحت، بغرض تربیت اور شفقت کی وجہ سے ماں کو ترجیح دی گئی ہے۔ کیونکہ عورتیں مردوں کے مقابلہ میں اس معاملہ میں زیادہ مضبوط ہوتی ہیں۔ لیکن جب معاملہ محض عورتوں میں ہو یا محض مردوں میں ہو تو اس وقت باپ کی ولایت کو ماں کی ولایت پر ترجیح دی جائے گی جس طرح کہ باپ تمام مردوں سے پہلے ہے اور یہی قول قوی ہے (۶۱) گویا ابن قیم اپنے شیخ کی رائے کی تائید کر رہے ہیں۔

ابن قیم ایک بہت بڑے اصولی بھی تھے اس لیے اخذ مسائل و بیان دلائل کے بارے میں اصولی نکتے بھی زیر بحث لاتے ہیں۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت میمونہؓ سے نکاح کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ سے حلت کے بعد نکاح فرمایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھنے سے قبل نکاح کیا۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت احرام میں نکاح کیا۔ (۶۲) جبکہ اس کے برعکس عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لاینکح المحرم لاینکح ولا یخطب (۶۳)

محرم نہ تو خود نکاح کرے نہ کسی کا نکاح کروائے اور نہ ہی کسی کو پیغام (نکاح) دے۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قول (حضرت عثمان بن عفانؓ کی روایت) اور فعل (حضرت ابن عباسؓ کی روایت) میں تعارض ہے تو تعارض قول وفعل میں قول کو فعل پر ترجیح دینا واجب ہے کیونکہ فعل تو

برأت اصلیہ کے مطابق ہوتا ہے اور قول اس کا ناقل ہوتا ہے......(۶۴)

ابن قیمؒ مقاصد شریعت اور مصلحت عامہ کو بھی سامنے رکھتے ہیں جیسا کہ دس سال سے زائد عرصہ کے لیے کفار سے صلح کے معاہدہ کو جائز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

انہ یجوز للحاجۃ و المصلحۃ الراجحۃ(۶۵)

حاجت و مصلحت راجحہ کے تحت ایسا کرنا جائز ہے۔

اخذ مسائل کے ضمن میں ابن قیم کو جہاں بھی موقع ملا انہوں نے توحید کے پرچار اور کفر وشرک و بدعات کے خاتمہ پر زور دیا ہے مثلاً غزوہ تبوک کے حوالے سے فقہی احکام اخذ کرتے ہوئے مسجد ضرار کے ڈھانے سے استدلال کیا ہے کہ مقامات معصیت وشرک کی تخریب وانہدام جائز ہے(۶۶) نیز وفد ثقیف کے قبول اسلام اوران کے بتوں اور بت خانے کے انہدام سے بھی ایسے مزارات کے انہدام اور گرانے کا جواز نکالتے ہیں جہاں پر شرکیہ اعمال ہوں اور صاحب مزار کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جاتا ہو ابن قیم ایسے مقامات کو گرانا واجب قرار دیتے ہیں۔(۶۷)

مندرجہ بالا صفحات میں صرف سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمن میں اخذ کردہ احکام و مسائل کے حوالے سے صاحب زاد المعاد کے منہج واسلوب پر بات کی گئی ہے۔الھدی النبوی فی العبادات، الطب النبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اقضیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور الفضائل والآ داب کے بیان میں مذکور فقہی احکام اور منہج واسلوب کو زیر بحث نہیں لایا گیا علاوہ ازیں کتاب میں تفسیری، لغوی، نحوی، تاریخی اور کلامی مباحث کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے مصنف کے مطابق یہ کتاب حالت سفر میں لکھی گئی ہے(۶۸) ''جب دل تھکا ہوا تھا، علم کی پونجی قلیل تھی، قلب منتشر و پراگندہ تھا اور کتابیں دستیاب نہیں تھیں''(۶۹) شاید یہی وجہ ہے کہ ایک موضوع سے متعلق بحثیں کتاب کے مختلف اجزاء میں موجود ہیں اور اس انتشار مباحث نے تکرار مباحث کی کیفیت پیدا کی ہے۔

مابعد سیرت نگاری پر زاد المعاد کے اثرات

شروحات احادیث کے علاوہ کتب سیرت کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو زاد المعاد ایک ایسی کتاب ہے جس میں فقہ السیر ۃ کے اسلوب کو نہایت مرتب، منظّم اور مفصل انداز میں اختیار کیا گیا ہے۔امام ابن قیم نے غزوات وسرایا اور وفود کے تذکرہ میں جن فقہی نکات کو اخذ کیا ہے اور وقائع سیرت کی جو جو حکمتیں بیان کی ہیں ابن قیم کے بعد آنے والے شارحین احادیث وسیرت نگاران سرور عالم اس سے کسی طور مستغنی نہیں ہو سکے۔ یہاں تک کہ ابن حجر کے ہاں بھی زاد المعاد کی فقہی بحثوں سے بھر پور استفادہ کیا گیا ہے۔ بعد کے سیرت

نگاروں نے واقعات سیرت کے ضمن میں اگر ایک طرف شرح النووی اور فتح الباری پر انحصار کیا ہے تو دوسری طرف زاد المعاد کی فقہی مباحث اور فقہی فوائد واستنباطات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی کتب میں فقہ السیر ۃ کے اسلوب کو اپنایا ہے۔ واقعات سیرت سے با قاعدہ عنوان قائم کر کے التزاما فقہی احکام اور حکمتیں اخذ کرنا صرف ابن قیم کا ہی خاصہ ہے جسے بعد میں با قاعدہ طور پر اختیار کر لیا گیا۔ دور جدید کی عرب سیرت نگاری اور برصغیر کی کتب سیرت میں فقہ السیر ۃ کے اسلوب کا ملجا و ماوی زاد المعاد ہی ہے اگر چہ بعض جگہ ابن قیم کا حوالہ دیا گیا ہے اور بعض جگہ ایسا نہیں کیا گیا چنانچہ یہ بات بلا خوف تر دید کہی جا سکتی ہے کہ زاد المعاد کے بعد (۷۰) لکھی جانے والی کتب سیرت میں فقہی استنباط وفوائد اور اسرار وحکم کا ایک نہایت اہم اور بنیادی ماخذ زاد المعاد ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) فقہ السیر ۃ کی اصطلاح میں بہت وسعت اور پھیلاؤ ہے جس میں عقائد سے لے کر کلامیات تک اور سیاسیات سے لے کر اجتماعیات تک سیرت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا جا سکتا ہے علاوہ ازیں بعض حضرات نے روایات سیرت کے حوالے سے روایت ودرایت کے اصولوں اور سیرت نگاری کے ماخذ و مصادر کی تنقیح اور اصول سیرت نگاری کے اطلاق کو بھی فقہ السیر ۃ کا نام دیا ہے۔ (دیکھئے: مبارکپوری ، قاضی اطہر ، تدوین مغازی وسیر ، لاھور ، دار النوادر غزنی سٹریٹ ، ۲۰۰۵ ۔ مقدمہ از عبد الجبار شاکر ، ص۔ظ) ''عمومی اعتبار سے ''فقہ السیر ۃ'' کی اصطلاح سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں کے متعلق ہو جاتی ہے اس کا تعلق فقہیات سیرت سے بھی ہو سکتا ہے ، کلامیات سیرت کی تحقیق بھی اس میں داخل ہے ، سیرت کے ادبی واجتماعی پہلوؤں کا فہم بھی فقہ السیر ۃ کہلایا جا سکتا ہے سیرت کے احداث ووقائع کی تحلیل وتاویل ، جس کو مشکلات سیرت کا حل کہا جاتا ہے۔ فقہ سیرۃ کا ایک باب ہے۔ سیرت سے متعلق اعلام واوطان کا تعارف بھی فقہ السیر ۃ کا میدان ہے۔ متقدمین کی سیرت نگاری میں ان تمام گوشوں سے بحث کی گئی ہے بلکہ بعض کتب کو ان سب جوانب کی جامع کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ (دیکھئے: ہاشمی ، شاہ معین الدین ، ڈاکٹر ، بیسویں صدی میں فقہ السیر ۃ کا رجحان ، فکر ونظر ، سہ ماہی ، اسلام آباد ، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ، جلد ۴۹ ، شمارہ۔۲۔۳ ، اکتوبر۔دسمبر۔جنوری۔مارچ ، ۲۰۱۲ء ، ص۔۱۱۲)

(۲) اس حوالہ سے تفصیلی بحث دیکھئے:

(i) الجوینی ،عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف، أبو المعالی، الإمام الحرمین، (۴۷۸ھ)، البرھان فی اصول الفقہ ،طبع علی نفقۃ صاحب السمو الشیخ خلیفہ بن حمد، آل ثانی أمیر دولۃ قطر، الطبعۃ الأولی۔ ۱۳۹۹ھ-۱/ ۴۸۷

(ii) الشوکانی ،محمد بن علی، الحافظ الامام، (۱۲۵۰ھ)، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، تحقیق، الدکتور شعبان محمد اسماعیل، القاھرہ، مطبعۃ المدنی ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء، ۱/ ۱۶۵

(ii) زرکشی، بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ (۷۹۴ھ)، البحر المحیط فی اصول الفقہ ،الکویت، وزارۃ الاوٴقاف والشؤن الاسلامی، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲م، ۴/ ۱۷۶

(iv) الفراء البغدادی، محمد بن الحسین، قاضی أبی یعلی، (م ۴۵۸ھ)، العدۃ فی اصول الفقہ ،تحقیق وشرح، الدکتور أحمد بن علی سیر المبارکی، الریاض، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰، ۱/ ۵۳۴

(v) القرافی ،شھاب الدین أبوالعباس احمد بن ادریس (۶۸۴ھ)، الاحکام فی تمیز الفتاویٰ عن الاحکام وتصرفات القاضی والامام مطبعۃ الأنوار، ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸م، ص ۲۷

(vi) القرافی ،احمد بن ادریس شھاب الدین (۶۸۴ھ)، الذخیرہ ،بیروت، دارالغرب الاسلامی، ۱۹۹۴ء، ۶/ ۱۵۷

(۳) اس حوالے سے دیکھیے: السلمی، محمد بن صامل، الدکتور، مسائل فی منہج دراسۃ السیرۃ النبویۃ، دار ابن الجوزی، ص ۱۸۔۲۵

(۴) عام طور پر کتب فقہ مسائل دینیہ کا منبع ومصدر سمجھی جاتی ہیں۔فقہاء کی باقاعدہ کتب فقہ اوران میں موجود فقہی احکام کی حیثیت ومقام ومرتبہ اپنی جگہ مگر سیرت نگاروں کے اخذ کردہ احکام بھی کسی طور کم اہمیت کے حامل نہیں۔ یہ لوگ محض سیرت نگار نہیں تھے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وقت کے محدث، مؤرخ، نحوی، مفسر اور بلند مرتبہ فقیہ تھے۔ راویوں کے احوال کی معرفت اوران سے مروی روایات کی صحت کی شرائط سے پوری طرح واقف تھے اور روایات پر حکم لگانے اوران میں فرق کرنے کی صلاحیت بدرجہ کمال رکھتے تھے۔لہٰذا ان کی فقہی آراء، قطع نظر کہ وہ آراء انہوں نے اپنی کتب فقہ میں دی ہیں یا کتب سیرت میں، کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ان سیرت نگار حضرات میں سے بعض تو خود کسی فقہی مسلک ومذہب کے امام یا پیچان ہیں۔

سیرت اور فقہ کا بہت گہرا تعلق ہے شریعت کے احکام کا دارومدار (قرآن، حدیث وسنت اور)

سیرت مبارکہ پر ہی ہے۔ لہٰذا سیرت نگاروں کے اخذ کردہ احکام بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ اگر چہ بعض حضرات نے سیرت نگاروں کی فقہی حیثیت کو ماننے سے انکار کیا ہے جو کہ درست نہیں۔ ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں۔

''سیرت نگاروں کے طبقہ کو بعض اہل فکر نے حدیث وسنت کے تشریعی دائرے سے باہر کر دیا ہے وہ نہ صرف ان کو اہل حدیث اور ماہر فن نہیں تسلیم کرتے بلکہ ان کے سیرتی بیانات کو حدیث وسنت سے خارج سمجھتے ہیں، حقیقت میں یہ صحیح نہیں ہے اور نہ جامع، ان کے اساطین واکابر جیسے امام محمد بن اسحاق (۸۰۔۱۵۰/ ۷۶۷) اور متعدد دوسروں کو ''امیر المومنین فی الحدیث'' بھی کہا گیا ہے اور ان کی روایات سیرت کو حدیث میں بھی لیا گیا ہے، ان میں سے بعض کی روایات کو خاص کر مغازی وسیر میں امام بخاری جیسے جلیل القدر محدثین کرام نے بھی قبول کیا ہے۔ لہٰذا ان کی فنی حیثیت اور تشریعی جلالت تسلیم شدہ ہے'' (دیکھیے: صدیقی، محمد یاسین مظہر، پروفیسر ڈاکٹر، (پ۱۹۴۴ء)، قبل بعثت اعمال وسنن نبویؐ کی دینی حیثیت، مشمولہ: معارف (مرتبہ: اشتیاق احمد ظلی)، جلد نمبر ۱۸۳، عدد، ۶، اعظم گڑھ (یوپی)، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، جمادی الثانی۔ ۱۴۳۰ھ بمطابق جون ۲۰۰۹ء، ص۔ ۴۰۸)

(۵) ابن قیم کے تفصیلی حالات، اساتذہ وتلامذہ، علم وفضل اور تصانیف وغیرہ کے لیے دیکھئے:

(i) الصفدی، صلاح الدین خلیل (۷۶۴ھ)، الوافی بالوفیات، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء۔ ۲/۱۹۵۔۱۹۷

(ii) ابن کثیر، عماد الدین ابوالفداء اسماعیل (۷۷۴ھ)، البدایۃ والنھایۃ، بیروت، مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۶ھ، ۱۴/۲۳۷۔۲۳۵

(iii) الأتابکی، جمال الدین أبی المحاسن یوسف بن تغری بردی (م۸۷۴ھ)، النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرہ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲۔ ۱۰/۱۹۵

(iv) زین الدین، عبدالرحمٰن بن شہاب الدین احمد (م ۷۹۵ھ)، الذیل علی طبقات الحنابلۃ لابن رجب، بیروت، دار المعرفۃ، (س ن) ۲/۴۴۸۔۴۵۲

(v) ابن حجر، العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن احمد (م۸۵۲ھ)، الدرر الکامنۃ، فی اعیان المائۃ الثامنۃ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء، ۳/۲۴۳

(vi) ابن ناصر الدین ، محمد بن ابی بکر (۸۴۲ھ)، الردالوافر، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵۔ص ۱۵۰

(vii) ابن العماد الحنبلی ،عبدالحیی بن احمد (۱۰۸۹ھ)،شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، بیروت، دارالمسیرۃ،۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء، ۱۶۸/۶۔۱۷۰

(۶) ابن قیم الجوزیہ، شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب (۷۵۱ھ)، زادالمعاد فی ھدی خیرالعباد، تحقیق،شعیب الارنؤ وط، دمشق، مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون،۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰، ۳۱۳/۱

(۷) ایضاً، ۷۰/۱

(۸) ایضاً، ۷۰/۱، ۱۸/۳

(۹) ۸۸/۳، ۱۴۶/۳

(۱۰) ۹۱/۳، ۱۴۶/۳

(۱۱) ۱۱۶/۱، ۶۰۰/۳

(۱۲) الشامی، صالح احمد، الامام ابن قیم الجوزیہ، دمشق، دارالقلم، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸، ص ۲۶۴۔۲۶۶

(۱۳) الندوی، ابوالحسن علی (۱۴۲۰ء)، تاریخ دعوت وعزیمت، کراچی، مجلس نشریات اسلام، (س ن) ۳۶۵/۲

☆ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے صالح احمد الشامی نے زادالمعاد فی ھدی خیرالعباد میں سے حصہ سیرت کو ''سیرۃ خیر العباد'' کے نام سے الگ کیا ہے جسے المکتب الاسلامی بیروت نے ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔ کتاب میں سیرت سے متعلقہ مباحث کو روایتی ترتیب کے تحت یکجا کر دیا گیا ہے جو کہ زادالمعاد میں مفقود تھی۔

(۱۴) ابن قیم، زادالمعاد۔۱۰۲/۳/امام حاکم نے اس روایت کی استنادی حیثیت کے متعلق لکھا ہے کہ **ھذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاہ**، (دیکھئے: الحاکم، أبی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ، النیسابوری، الإمام، (۴۰۵ھ)، المستدرک علی الصحیحین وبذیلہ التلخیص للحافظ الذھبی، بیروت، دارالکتب العلمیہ۔(س ن)۔۱۴۰/۲)/أبوعبید، القاسم بن سلام، کتاب الأموال، مکۃ المکرّمۃ، دارالباز للنشر والتوزیع، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ص ۱۲۶

(۱۵) ابن القیم، زادالمعاد، ۱۹۷/۳۔۲۱۷

(۱۶) ایضاً، ۱۹۶/۳۔۲۱۶

(۱۷) ایضاً، ۲۳۶/۳

(۱۸) ایضاً، ۱۱۸/۳، ۱۲۰

(۱۹) صحیح المسلم، باب القسامۃ، باب حکم المحاربین والمرتدین، رقم الحدیث، ۴۴۴۶/صحیح البخاری، کتاب

الزکاۃ، باب استعمال إبل الصدقۃ و ألبانھا لابناء السبیل، رقم الحدیث ۱۴۳۰ء

(۲۰) ابن قیم، زادالمعاد، ۲۵۵/۳　(۲۱) ایضاً، ۲۵۵/۳ـ۲۶۷

(۲۲) ایضاً، ۲۷۶/۳　(۲۳) ایضا، ۳۰۱/۳ـ۳۱۳

(۲۴) ایضا، ۳۴۳/۳ـ۳۴۵　(۲۵) ایضاً، ۳۴۴/۳ـ۳۴۷

(۲۶) ایضاً، ۳۷۹/۳ـ۴۰۸　(۲۷) ایضاً، ۳۶۹/۳ـ۴۰۸

(۲۸) ایضاً، ۴۱۸/۳ـ۴۳۳　(۲۹) ایضاً ۴۳۹ـ۴۴۵

(۳۰) ایضاً، ۴۸۸/۳ـ۵۰۱　(۳۱) ایضاً ۵۰۱/۳ـ۵۱۸

(۳۲) ایضاً ۵۲۵/۳　(۳۳) ایضاً ۵۳۱/۳

(۳۴) ایضاً ۵۳۶/۳　(۳۵) ایضاً ۵۴۰/۳

(۳۶) ایضاً ۵۴۸/۳　(۳۷) ایضاً ۵۵۷/۳

(۳۸) ایضاً ۵۷۵/۳　(۳۹) ایضاً ۵۸۲/۳

(۴۰) ایضاً ۵۹۴/۳

(۴۱) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب التعوذ من شیطان الوسوسۃ فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث ـ ۵۸۶۸

(۴۲) ایضاً، ۵۲۲/۳　(۴۳) ایضاً، ۵۲۵/۳ـ۵۲۶

(۴۴) ایضاً ۵۷۴/۳/عیون الأثر ۳۱۵/۲ / الکلاعی، أبو الربیع سلیمان بن موسیٰ، الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء، بیروت، عالم الکتب ـ دار النشر، ۱۴۱۷ھ ۲۷۹/۲

(۴۵) ایضاً، ۵۷۴/۳ـ۵۷۵

(۴۶) صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من کان یومن باللہ و الیوم الآخر فلایؤذ جارہ، رقم الحدیث ۵۶۷۳

(۴۷) ایضاً، ۵۷۵/۳　(۴۸) ایضاً، ۵۷۷/۳

(۴۹) الندوی، تاریخ دعوت وعزیمت ۳۵۹/۲　(۵۰) المائدہ: ۳

(۵۱) المائدہ: ۶۹

(۵۲) الطبرانی، سلیمان بن احمد (۳۶۰ھ) المعجم الکبیر ـ تحقیق وتخریج، حمدی عبدالمجید السّلفی، الطبعۃ الثانیۃ (مقام اشاعت وتاریخ واشاعت درج نہیں) ۳۷۸/۱۱

(۵۳) الفتح:۲۹ (۵۴) التوبۃ:۱۲۰

(۵۵) ایضاً۔۳/۵۷۵/صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلایؤذجارہ، رقم الحدیث۵۶۷۳

(۵۶) زادالمعاد۳/۲۶۷/سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب من أھل بعمرۃ من بیت المقدس، رقم الحدیث،۳۰۰۲

(۵۷) ایضاً،۳/۲۶۷ (۵۸) ایضاً،۳/۳۸۳

(۵۹) حضانت کے معنی ومفہوم، احکام ومسائل، عورتوں اور مردوں کے حق حضانت کی ترتیب وشرائط نیز مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور حنفیہ حضرات کے درمیان حق حضانت سے متعلق پائے جانے والے اختلاف کے لیے تفصیلی بحث دیکھئے: وھبۃ الزحیلی، أ. د.، الفقہ الاسلامی وادلتہ، سوریۃ۔ دمشق، دارالفکر، س۔ن،۱۰/۴۲۔۶۷

(۶۰) زادالمعاد،۳/۳۳۲/ابن تیمیۃ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم، (۷۲۸ھ)، مجموع فتاوی شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ، جمع وترتیب، عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم العاصمی، تصویر طبعۃ الأولی۔۱۳۹۸ھ، ۳۴/۱۲۲۔۱۲۷،۱۳۴

(۶۱) ایضاً

(۶۲) ایضاً،۳/۳۲۹/صحیح البخاری، أبواب الاحصار وجزاء الصید، باب تزویج المحرم، رقم الحدیث،۱۷۴۰

(۶۳) ایضاً/۳/۳۳۰/صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم وکراھۃ خطبتہ، رقم الحدیث،۳۵۱۲

(۶۴) زادالمعاد۳/۳۳۰ (۶۵) ایضاً/۳/۳۷۱

(۶۶) ایضاً،۳/۵۰۰ (۶۷) ایضاً،۳/۵۲۶

(۶۸) مولانا ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ مصنف کا یہ بیان اگر کتاب کی ابتداء اور بعض ابواب وفصول کے متعلق ہے تو چنداں موجب حیرت نہیں لیکن اگر پوری کتاب کے متعلق ہے تو یہ نہایت حیرت انگیز بات ہے، اس لیے کہ کتاب میں حدیث کے متون واسانید اور رجال کی جو مفصل بحثیں، سیرت وتاریخ کی جوجزئیات اور مسائل واحکام میں جو محدثانہ وفقیہانہ کلام ہے اس سے ایک عام ناظر یہی اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ کتاب ایک نہایت وسیع وعظیم الشان کتب خانہ میں بیٹھ کر تصنیف کی گئی ہے اگر یہ صحیح ہے کہ ساری کتاب حالت سفر میں لکھی گئی ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کے

مصنف کو علوم اسلامیہ، بالخصوص حدیث وفقہ پر حیرت انگیز عبور حاصل تھا اور علوم دینیہ کا کتب خانہ ان کے سینہ میں محفوظ تھا اور وہ اپنی قوتِ حفظ واستحضار میں محدثین کی بارگاہ اور اپنے باکمال ونادرۂ روزگار استاد کے صحیح جانشین ونمونہ تھے۔ (دیکھئے: تاریخ دعوت وعزیمت۔۲/۳۵۰)

(۶۹) زادالمعاد، ۱/۷

(۷۰) زادالمعاد سے پہلے لکھی جانے والی کتب سیرت میں جوامع السیر ۃ، الدرر، الروض الانف اور عیون الاثر وغیرہ ہیں ان کتب سیرت میں الروض الانف بہت اہم ہے۔ متاخرین کی تمام کتب سیرت میں فقہی نکات کے سلسلے میں امام سہیلی کی کتاب سے بھی خاصا استفادہ کیا گیا ہے۔ جبکہ امام سہیلی نے خود مالکی ہونے کی بنیاد پر دو مالکی حضرات کی شروح سے خاصا اخذ کیا ہے ان میں سے ایک شرح تو ابن بطال کی شرح صحیح البخاری لابن بطال ہے جبکہ دوسری شرح قاضی عیاض کی اِکمال المعلم بفوائد المسلم ہے۔